میت کے گھر کھانے کا اہتمام

مفتی محمد فیاض قاسمی
ہندوستان

عصرِ حاضر کے تناظر میں
شرکتِ جنازہ، تعزیت اور اہلِ میت و عام لوگوں کی ضیافت کا فقہی تجزیہ

تمہید

موت ایک یقینی حقیقت ہے اور اسلام نے اس موقع پر صبر، سکون، سادگی اور اخلاص کی تعلیم دی ہے۔ تعزیت کا مقصد دل جوئی، تسلی اور غم گساری ہے، نہ کہ اظہارِ نمود و نمائش اور تکلف۔ لیکن عصرِ حاضر میں اکثر علاقوں میں یہ رجحان عام ہوتا جا رہا ہے کہ میت کے اہلِ خانہ یا رشتہ دار جنازہ، تعزیت اور زیارت کے لیے آنے والوں کی خاطر بڑے پیمانے پر کھانے کا انتظام کرتے ہیں؛ کبھی اپنے خرچ سے، کبھی قرض لے کر اور بعض اوقات میت کے ترکہ سے۔ مرد و خواتین اور بچوں کا اژدحام، کھانے پر اصرار اور اجتماعی ضیافت کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، حتیٰ کہ یہ مناظر شادی بیاہ کی تقریبات سے مشابہ دکھائی دینے لگتے ہیں۔ زیرِ نظر مضمون میں ہم اس رواج کا شرعی حکم قرآن و حدیث، فقہِ حنفی کے اصول اور معتبر کتبِ فتاویٰ کی روشنی میں تفصیلاً بیان کریں گے اور موجودہ عرف و عادات کے تناظر میں رہنمائی پیش کریں گے۔

مسئلے کا تعارف اور معاشرتی پس منظر

برِصغیر کے بعض علاقوں میں تعزیت کو ضیافت سے جوڑ دیا گیا ہے۔ اہلِ میت پر نفسیاتی دباؤ ہوتا ہے کہ اگر کھانا نہ کھلایا تو ''کمی'' رہ گئی؛ نتیجتاً کمزور گھرانے بھی قرض لے کر انتظام کرتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل نہ صرف اہلِ میت کے لیے مشقت اور تکلیف کا باعث بنتا ہے، بلکہ شریعت کی اس روح کے

خلاف بھی ہے جو مصیبت کے وقت تخفیف، تعاون اور سادگی کی تعلیم دیتی ہے۔

لہٰذا موضوع کی حساسیت کے پیشِ نظر مجموعی طور پر اس کے تین حصے کیے جارہے ہیں، تاکہ مسئلہ سمجھنے میں دشواری نہ ہو اور حکمِ شرعی واضح ہوجائے:

①- میت کے گھر والوں یا قریبی رشتہ داروں کا اس غم کے موقع پر خود اپنے اہلِ خانہ واعزہ کے لیے کھانا بنانا۔

②- تعزیت اور تکفین وتدفین وغیرہ میں شریک ہونے والے قریبی یا سسرالی رشتہ دار یا انتہائی مخلص دوست واحباب یا دور دراز سے آئے ہوئے رشتہ دار یا عام لوگ جو میت کے یہاں شب گزاری کرنے والے نہ ہوں، لیکن انہیں انتظاماً یا مصلحتاً یا مجبوراً ٹھہرنا پڑے، ان کے لیے اہلِ میت یا رشتہ داروں کی جانب سے کھانے کا انتظام کرنا۔

③- شریک ہونے والے قریب وبعید کے خاص وعام لوگ جو اسی دن واپس لوٹ جائیں گے؛ ان کے لیے معاشرتی نظام یا رواج کے زیرِ اثر اپنی رقم سے یا قرض لے کر اہلِ میت یا رشتہ داروں یا اہلِ محلہ کا باضابطہ کھانے کا انتظام کرنا اور لوگوں کا اس کھانے میں بلاجھجک شریک ہونا۔

اسلامی تعلیم اور روحِ شریعت

❶- اسلام نے وفات کے موقع پر ہمدردی، تسلی اور تعاون کی تعلیم دی ہے، نہ کہ غم زدہ گھرانے پر بوجھ ڈالنے کی، لہٰذا جس گھر میں میت ہوجائے ان کے ہمسایوں، پڑوسیوں اور رشتہ داروں کے لیے مستحب بلکہ مسنون اور باعثِ اجر وثواب یہ ہے کہ میت کے گھر والوں کے لیے اس دن (دو وقت) کے کھانے کا انتظام کریں اور خود ساتھ بیٹھ کر، اصرار کر کے اُن کو کھلائیں اور ضرورت ہو تو ان دو وقتوں سے زائد دنوں میں بھی کھانا کھلائیں۔ اہلِ میت کو یہ کھانا کھلانا اس وجہ سے نہیں کہ میت کے گھر میں یا میت کے گھر والوں کے لیے کھانا پکانا ممنوع ہے؛ بلکہ اس وجہ سے ہو کہ غم وحزن اور تکفین وتدفین کی مشغولیت کی وجہ سے ان کو کھانا پکانے کا موقع نہیں ملے گا۔ اس کے برعکس اگر میت کے گھر والے اپنی سہولت کے مطابق خود اپنے اور اعزہ کے لیے کھانا بنائیں تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے اور نہ ہی اُسے خلافِ غم وحزن یا معیوب سمجھا جائے گا۔

جب جنگ موتہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا: ''اصْنَعُوْا لِاٰلِ جَعْفَرَ طَعَامًا، فَقَدْ اَتَاهُمْ مَا يَشْغَلُهُمْ '' کہ ''جعفرؓ کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو، اس لیے کہ ان کو ایسا امر لاحق ہوا ہے جس

نے انہیں مشغول کردیا ہے (یعنی جعفرؓ کی شہادت کی خبر سن کر وہ صدمہ اور رنج میں ہیں)۔‘‘

اسی طرح صحیح بخاری ومسلم میں ہے:

’’عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهَا كَانَتْ إِذَا مَاتَ المَيِّتُ مِنْ أَهْلِهَا، فَاجْتَمَعَ لِذٰلِكَ النِّسَاءُ، ثُمَّ تَفَرَّقْنَ إِلَّا أَهْلَهَا وَ خَاصَّتَهَا، أَمَرَتْ بِبُرْمَةٍ مِنْ تَلْبِينَةٍ فَطُبِخَتْ، ثُمَّ صُنِعَ ثَرِيدٌ فَصُبَّتِ التَّلْبِينَةُ عَلَيْهَا، ثُمَّ قَالَتْ: كُلْنَ مِنْهَا، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: التَّلْبِيْنَةُ مُجِمَّةٌ لِفُؤَادِ المَرِيْضِ، تَذْهَبُ بِبَعْضِ الحُزْنِ.‘‘ (كتاب الطب، باب التلبينة)

ترجمہ: ’’نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب کسی گھر میں کسی کی وفات ہوجاتی اور اس کی وجہ سے عورتیں جمع ہوتیں اور پھر وہ چلی جاتیں، صرف گھر والے اور خاص خاص عورتیں رہ جاتیں تو آپ ہانڈی میں ’’تلبینہ‘‘ پکانے کا حکم دیتیں، وہ پکایا جاتا، پھر ثرید بنایا جاتا اور تلبینہ اس پر ڈالا جاتا، پھر ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتیں کہ اسے کھاؤ؛ کیوں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے: ’’تلبینہ مریض کے دل کو تسکین دیتا ہے اور اس کا غم دور کرتا ہے۔‘‘

اس حدیث میں جہاں میت کے اہلِ خانہ کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ کھانا بنوانے کا ثبوت ہے، وہیں یہ بھی واضح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے میت کے گھر آئی ہوئی سبھی عام عورتوں کے لیے کھانا نہیں بنوایا، بلکہ ان کے چلے جانے کا انتظار کرتیں اور جو خاص قریبی عورتیں رہ جاتیں ان کے لیے مع اہلِ میت کے کھانے کا اہتمام کرواتیں۔ ’’فتاویٰ شامی‘‘ میں ہے:

’’(قوله: و باتخاذ طعام لهم) قال في الفتح: و يستحب لجيران أهل الميت والأقرباء الأباعد تهيئة طعام لهم يشبعهم يومهم وليلتهم، لقوله صلى الله عليه وسلم: ’’اصنعوا لآل جعفر طعاماً فقد جائهم ما يشغلهم.‘‘ حسنه الترمذي وصححه الحاكم؛ ولأنهٗ برٌّ ومعروف، و يلح عليهم في الأكل؛ لأن الحزن يمنعهم من ذٰلك فيضعفون.‘‘

❷-تعزیت اور تکفین وتدفین کے لیے شریک ہونے والے افراد خواہ مرد وعورت ہوں یا جوان، بوڑھے یا بچے ہوں؛ ان کے لیے فوتگی کے کھانے میں شرکت اور عدمِ شرکت کو دو شقوں میں کرکے اس طرح تفصیل سے سمجھیں کہ:

(الف) گاؤں دیہات جہاں باہر سے آنے والوں کے لیے نہ کوئی ہوٹل نہ دکان وغیرہ، نہ

کھانے پینے کی کوئی سہولت دستیاب ہو؛ بلکہ وہاں صرف کسی کے گھر سے مانگ کر ہی کھایا جاسکتا ہے یا پھر بھوکا رہنا پڑے یا اگر اس علاقے میں آنے والے شخص کے رشتہ دار ہوں تو ان کے گھر کھائے، ورنہ بھوکا رہے؛ تو ایسے دیہاتوں میں فوتگی کے موقع پر دور دراز کے علاقوں سے جنازے میں شرکت کے لیے آئے ہوئے لوگوں کے لیے عدم سہولیات کے پیشِ نظر اہلِ میت یا رشتہ دار یا پڑوسی یا محلے والوں کی طرف سے کھانا پکانا اور کھلانا جائز ہے؛ خواہ وہ رکنے والے ہوں یا واپس لوٹ جانے والے ہوں۔

(ب) وہ علاقہ جہاں کھانے پینے کی سہولت میسر ہو، مگر جنازہ میں شرکت کے لیے آنے والے میت کے قریبی رشتہ دار یا احباب ہوں جو دور دراز کے علاقوں اور مختلف شہروں سے آئے ہوں اور وہ فوراً واپس نہیں جاسکتے اور میت سے خصوصی تعلق و رشتہ داری کی وجہ سے ان کا فوراً واپس چلے جانا مناسب بھی نہ ہو اور انھیں مجبوراً رک جانا پڑے، تو ان کے لیے بھی بہتر یہی ہے کہ وہ فوتگی کے کھانے سے گریز کریں، لیکن اگر چاہیں تو شریک بھی ہوسکتے ہیں؛ ان کے لیے کوئی کراہت نہیں ہے۔

''فتاویٰ ہندیہ'' میں ہے:

''ويَحِلُ (الطعام) للذين يطولُ مقامهم عندهٗ و للذي يَجِيء من مكان بعيدٍ يستوي فيه الأغنياء والفقراء ولا يجوز للذي لا يطول مسافته ولا مقامه.''

ترجمہ: ''یہ کھانا ان لوگوں کے لیے جائز ہے جو دیر تک ٹھہرنے والے ہوں اور جو دور دراز علاقہ سے آئے ہوئے ہوں، چاہے وہ مالدار ہوں یا غریب۔ البتہ ان کے لیے درست نہیں جو نہ ٹھہرنے والے ہوں اور نہ ہی دور علاقہ سے آئے ہوں۔''

اقوالِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کا تعامل

❸-قرض لے کر کھانے کا انتظام کرنے سے تو بالکلیہ اجتناب ضروری ہے اور بلاقرض کے بھی مکروہ ہے اور جانبین یعنی اہلِ میت اور شرکت کرنے والے قریب و بعید کے عام لوگ، جنھیں مجبوراً ٹھہرنا نہ پڑے ؛ دونوں کو اس سے بچنا لازم ہے۔ ان کے لیے کھانا بنوانا اور ایسے لوگوں کا کھانے میں شریک ہونا یا زبردستی انھیں شریک کرنا شرعاً درست نہیں ؛ بلکہ قابلِ ترک عمل ہے، معاشرہ کے دینی طبقہ اور اہلِ علم وائمہ و مصلحین کو یہ رواج ختم کرنے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ اگر اس پر نکیر نہ کی گئی اور اسے ختم کرنے کی کوشش نہ کی گئی تو ''سنتِ سیئہ'' کے ارتکاب کی بنیاد پر جو لوگ جس درجے میں ذمہ دار ہیں اس کے مطابق گنہ گار ہوں گے۔

'' مَنْ سَنَّ في الإسلام سنةً سيئةً كان عليه وِزرُها و وِزرُ مَن عمِل بها،

الخ‘‘ (مسلم، کتاب الزکاۃ)

ترجمہ: ’’جو شخص دینی امور اور اسلامی معاملات میں کسی غلط یا برے طریقہ کو قائم کرے گا، تو اس کا گناہ اس پر لازم ہوگا اور جو اس کے ایجاد کردہ طریقہ پر عمل کرے گا تو اس کا بھی گناہ اُس قائم کرنے والے شخص کو ہوگا۔‘‘

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’كُنَّا نَعُدُّ الِاجْتِمَاعَ إِلٰى اَهْلِ الْـمَيِّتِ وَصَنِيْعَةَ الطَّعَامِ بَعْدَ دَفْنِهٖ مِنَ النِّيَاحَةِ.‘‘ (سنن ابن ماجة، كتاب الجنائز)

ترجمہ: ’’ہم (صحابہؓ) میت کے گھر جمع ہونے اور تدفین کے بعد وہاں کھانا تیار کرنے کو نوحہ (ناجائز رسم) میں شمار کرتے تھے۔‘‘

گویا صحابہؓ کے نزدیک میت کے گھر کھانے کا اہتمام کرنا ناپسندیدہ اور جاہلیت کی رسم کے مشابہ تھا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

’’لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ‘‘ (موطأ إمام مالك، ابن ماجة)

’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ خود نقصان اُٹھاؤ، نہ دوسرے کو پہنچاؤ۔‘‘

فقہی اصول اور تصریحاتِ ائمہ

فقہی قاعدہ ہے: ’’الضَّرَرُ يُزَالُ‘‘ (ضرر کو دور کیا جاتا ہے)، لہٰذا میت کے گھر والوں پر مالی بوجھ ڈالنا، قرض میں ڈالنا، یا معاشرتی دباؤ کے تحت کھانے کا انتظام کروانا صریح ضرر ہے۔ اس سلسلہ میں امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

’’وَأَمَّا صَنِيْعَةُ أَهْلِ الْـمَيِّتِ الطَّعَامَ لِلنَّاسِ فَهُوَ مَكْرُوْهٌ؛ لِأَنَّهٗ إِحْدَاثُ شُغْلٍ لَهُمْ.‘‘ (شرح النووي على مسلم)

ترجمہ: ’’میت کے گھر والوں کا لوگوں کے لیے کھانا تیار کرنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ اُن پر ایک نیا بوجھ ڈالنا ہے۔‘‘

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

’’وَيُكْرَهُ صُنْعُ الطَّعَامِ مِنْ قِبَلِ أَهْلِ الْمَيِّتِ لِلنَّاسِ؛ لِأَنَّهٗ زِيَادَةٌ فِيْ مُصِيْبَتِهِمْ.‘‘ (المغني، ابن قدامة)

ترجمہ: ’’میت کے گھر والوں کا لوگوں کے لیے کھانا بنانا مکروہ ہے، کیونکہ یہ ان کی مصیبت میں اضافہ ہے۔‘‘

فقہ حنفی کی کتاب ’’فتاویٰ ہندیہ‘‘ میں ہے:

’’وَ یُکْرَہُ اتِّخَاذُ الطَّعَامِ مِنْ قِبَلِ أَھْلِ الْمَیِّتِ لِلنَّاسِ‘‘ (الفتاوی الھندیہ، کتاب الکراھیۃ)

ترجمہ: ’’میت کے گھر والوں کا لوگوں کے لیے کھانا تیار کرنا مکروہ ہے۔‘‘

جامع اور متوازن نتیجہ

بنابریں مندرجہ بالا نصوصِ قرآن، احادیثِ نبویہ، آثارِ صحابہؓ اور فقہی تصریحات کی روشنی میں واضح اور دوٹوک حکم یہ ہے کہ وفات کے موقع پر اہلِ میت کا کھانا بنوانا، لوگوں کو کھلانا، دعوتی انداز اختیار کرنا، قرض لے کر یہ رسم نبھانا اور اس میں مرد و خواتین و بچوں کا اژدحام کرنا؛ یہ سب خلافِ سنت، مکروہ اور قابلِ ترک اعمال ہیں۔ سنت یہ ہے کہ لوگ اہلِ میت کے لیے کھانا لے کر جائیں، نہ کہ اہلِ میت لوگوں کو کھلائیں۔ اس موقع پر تمام شرکائے جنازہ کے لیے دعوتِ عام کا اہتمام کرنا قابلِ اصلاح ہے۔ کھانے کا یہ انتظام ضرورتاً صرف قریبی اعزہ کے لیے ہونا چاہیے۔ دوسروں کے لیے نہ قطعاً اس کا اہتمام کیا جائے، نہ دوسرے لوگ اس میں شریک ہوں، کیوں کہ یہ مسئلہ محض ایک رسم کا نہیں، بلکہ شریعت کے مزاج اور اُمت کے اخلاقی ڈھانچے کا ہے۔ اگر ہم نے اس موقع پر بھی دنیا داری، نمائش اور رسم پرستی کو ترجیح دی تو آہستہ آہستہ سنت مٹتی چلی جائے گی۔

علماء اور ذمہ دارانِ ملت کی ذمہ داری

اسلام نے غم کے موقع پر سادگی، اخلاص اور تعاون کا درس دیا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے معاشرے کو غیر شرعی رسومات سے پاک کریں اور سنتِ نبوی ﷺ کو زندہ کریں، لہٰذا ضروری ہے کہ علماء آواز اُٹھائیں، عوام سمجھیں اور یہ غلط رواج ختم کیا جائے، اس لیے علماء کرام پر لازم ہے کہ منبر و محراب سے تعلیم دیں کہ سنت کیا ہے اور بدعت کیا ہے؟! عملی نمونہ قائم کریں کہ تعزیت مختصر اور سادہ ہو۔ اہلِ میت کو روکتے رہیں کہ وہ کھانے کا اہتمام نہ کریں۔ لوگوں کو ترغیب دیں کہ وہ اہلِ میت کے لیے کھانا بھیجیں، نہ کہ خود اُن کے یہاں جا کر کھائیں۔

..... ۞ ..... ۞ ..... ۞ .....